09545

08/10/2017

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فیملی بزنس میں بیشتر جھگڑے مالی حیثیتوں کی عدم تعیین کی وجہ سے ہوتے ہیں اگر ان حیثیتوں کی تعیین ہو جائے تو بہت سے جھگڑوں کا سد باب ہو سکتا ہے مالی حیثیتوں کی تعیین کی چند صورتیں ایسی ہیں جن کے احکام کے تحقیقی و تفصیلی جواب مطلوب ہیں

۱: پہلی صورت: کاروبار کا کل سرمایہ باپ کا ہو اور وہ اپنی اولاد کو اس طور پر شریک کرے کہ ان کی کوئی حیثیت متعین نہ ہو کہ وہ بحیثیت معاون یا ملازم یا شریک ہیں۔ نیز اسی صورت میں اولاد کا باپ کی کفالت میں ہونے نہ ہونے کی صورت میں احکام میں کوئی فرق ہو گا یا نہیں؟ اگر فرق ہو گا تو اس کی کیا تفصیل ہو گی؟

۲: دوسری صورت: مذکورہ بالا صورت میں اگر باپ نے اپنے ساتھ شریکِ کار اولاد کی حیثیت متعین کر دی ہو تو کیا احکام ہوں گے؟

۳: تیسری صورت: کاروبار کے سرمائے میں اولاد کا سرمایہ بھی شامل ہو، اور سرمائے کا تناسب طے شدہ ہو تو کیا احکام ہوں گے؟ اور اگر سرمائے کا تناسب طے شدہ نہ ہو تو کیا احکام ہوں گے؟

۴: چوتھی صورت: اگر کاروبار کسی بیٹے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو لیکن دکان کی سربراہی اپنے والد کو دی یا تبرکاً واحتراماً اپنے والد کے نام پر دکان/کاروبار کا نام رکھا تو اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

۵: پانچویں صورت: اگر ایک بھائی نے کاروبار میں اپنے والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسبِ معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے ہوئے تھے جب کہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سب کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی یا وہ تنہا ان کے مالک ہوں گے؟

۶: چھٹی صورت: اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا ہو اور اسی نام سے اسی جگہ پر کسی بیٹے نے اپنے سرمائے سے کاروبار شروع کیا تو اس زمین کی خواہ مملوکہ ہو یا کرائے کی ہو تو اس صورت میں کاروبار، گڈوِل، اور اس زمین کی ملکیت کس کی ہو گی اور اس کے احکام کیا ہوں گے؟

المستفتی

منیر احمد

پتہ: نارتھ ناظم آباد بلاک ایچ، کراچی۔

03312607204

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۹۳۳/۶۱
مورخہ

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب حامداً و مصلیاً

(۱)--- پہلی صورت میں جب کل سرمایہ والد کا ہو اور وہ اپنی اولاد کو اپنے ساتھ کاروبار میں اس طرح شریک کردیں کہ ان کی کوئی حیثیت متعین نہ ہو والد نے نہ تو ان کو سرمایہ کا مالک و قابض بنایا ہو اور نہ نفع میں ان کا کوئی حصہ متعین ہو بلکہ وہ صرف والد کے ساتھ کام کرتے ہوں تو اس صورت میں اگر اولاد، والد کی کفالت میں ہیں تو کاروبار اور اس سے حاصل ہونے والا نفع والد کا ہوگا، اولاد اس میں شریک نہ ہوگی اور والد کے انتقال کے بعد یہ سب کچھ ان کے ورثاء میں شرعی ضابطۂ میراث کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اور اگر اولاد والد کے ساتھ کام کرتے ہیں لیکن ان کی کفالت میں نہیں رہتے تو اس صورت میں جب سرمایہ سب والد کا ہے تو ایسی اولاد کو اجرتِ مثل ملے گی یعنی ان جیسے لوگوں کو بازار میں اس جیسے کام پر جتنی اجرت دی جاتی ہو اس کے مستحق ہوں گی۔

(۲)--- حیثیت متعین کرنے کی صورت میں اسی حیثیت کے مطابق عمل ہوگا، یعنی اگر وہ اپنے والد کے ساتھ بطورِ معاونت کے کام تبرعاً کرتے ہیں تو ان کو نفع وغیرہ سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور سرمایہ سمیت نفع والد کا شمار ہوگا، اور اگر انہوں نے آپس میں باہمی رضامندی سے ملازمت کا معاہدہ کیا ہو تو معاہدہ کے مطابق ہر ایک کو اجرت ملے گی، اور اگر انہوں نے شرعی طریقے سے شرکت کا کوئی معاملہ باہمی رضامندی سے آپس میں طے کیا ہو، تو ایسی صورت میں ہر ایک طے شدہ معاہدے کے مطابق کمائی میں حصہ دار ہوگا۔

(۳)--- کاروبار میں اگر اولاد کا بھی سرمایہ شامل ہے اور سرمایہ کا تناسب طے شدہ ہو نیز نفع کا بھی تناسب آپس میں طے کیا گیا ہو تو اسی کے مطابق عمل ہوگا اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کا سرمایہ کتنا ہے کمی زیادتی کا علم نہ ہو تو اس صورت میں سب نفع میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۴)--- واضح رہے کہ کوئی چیز مثلاً مکان، دکان یا کاروبار وغیرہ کسی کے نام کردینے سے وہ شخص ان چیزوں کا مالک نہیں بنتا جب تک ان چیزوں پر اس کو مالکانہ قبضہ نہ کیا جائے لہٰذا جب بیٹے نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا ہو اور دکان کی سربراہی اپنے والد کو دی یا احترام و تبرک کی وجہ سے دکان اس کے نام کردی اور ان کو مالک بنانا مقصود نہ تھا تو اس سے والد کاروبار یا دکان کا مالک نہیں بنا بلکہ مذکورہ دکان اور کاروبار بیٹے ہی کا شمار ہوگا اور والد اس کی ملکیت میں شریک نہ ہوگا۔

(۵)--- جو بیٹے والد کے کاروبار میں والد کے معاون بنے بغیر خود اپنے طور پر دیگر ذرائع سے کماتے ہوں،

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

تو اس میں یہ تفصیل ہے:

(الف)۔۔۔ بیٹے اپنی مستقل کمائی میں سے کچھ حصہ یا مکمل کمائی والد کو باقاعدہ مالک اور قابض بنا کر دیتے ہوں۔

اس صورت میں بیٹے اپنی جو کمائی والد کو دیتے ہیں، اس کا مالک والد ہوگا اور جو کمائی بیٹے اپنے پاس رکھتے ہیں، یا والد کو بطورِ امانت دی ہو، وہ ان کی اپنی ملکیت ہوگی، لہذا والد کی موت کے بعد اس کے دیگر اموال کی طرح بیٹوں کا والد کو مالکانہ طور پر دیا ہوا مال بھی والد کے ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء میں شرعی ضابطۂ میراث کے مطابق تقسیم ہوگا۔

(ب)۔۔۔ بیٹے اپنی مستقل کمائی میں سے کچھ حصہ یا مکمل کمائی والد کو یا گھر میں کسی اور منتظم کو مالک بنائے بغیر صرف مشترکہ گھریلو خراجات کیلئے دیتے ہوں۔

ایسی صورت میں گھریلو اخراجات کے لیے دی ہوئی رقم میں ہر ایک اپنے دئے ہوئے حصے کا مالک شمار ہوگا، لیکن چونکہ گھر میں خرچ ہو کر باقی بچ جانے والی رقم کا حال بظاہر معلوم نہیں ہوتا کہ کس کی کتنی کمائی خرچ ہوئی اور کتنی باقی ہے، لہذا گھریلو اخراجات کے لیے دی ہوئی رقم میں سے بچ جانے والی رقم میں وہ سب لوگ برابر حصہ دار ہونگے جنہوں نے گھریلو اخراجات کے لیے رقم دی ہو (جبکہ دی ہوئی رقم کا تناسب معلوم نہ ہو) اور والد کی موت کے بعد بھی صرف والد کا حصہ (بشرطیکہ گھریلو اخراجات میں اُس کا مال شامل ہو) ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء میں تقسیم ہوگا، بیٹوں کی دی ہوئی رقم والد کے ترکہ میں شامل نہ ہوگی۔

(ج)۔۔۔ جن بیٹوں کی اپنی مستقل کمائی ہو اور ان میں سے ہر بیٹے کے ذمہ (اس کی آمدنی اس سے لیے بغیر) گھریلو اخراجات کی ذمہ داریوں میں سے کوئی ذمہ داری رکھی گئی ہو، مثلاً کسی کے ذمہ گھر کا راشن لانا اور کسی کے ذمہ بجلی، گیس کا بل جمع کرنا ہو وغیرہ۔

ایسی صورت میں بھی مستقل کمائی والوں میں سے ہر ایک (گھریلو اخراجات میں لگائی گئی رقم کے علاوہ) اپنی کمائی کا خود مالک ہوگا، دوسرے بھائی اس میں شریک نہیں ہوں گے۔

(د)۔۔۔ بیٹوں کی اپنی مستقل کمائی ہو اور کمائی کی رقم میں سے جو رقم ان کے پاس ہو وہ بھی ان ہی بیٹوں کی ملکیت ہوگی اور اس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

جس بھائی کی اپنی کمائی نہ تھی بلکہ کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا، اور دکان میں بھی اس کا کوئی سرمایہ شامل نہ تھا تو اس بھائی کا والد کی دکان میں شرعاً کوئی حصہ نہیں بنتا، نیز دوسرے بھائیوں کی کمائی میں بھی شرعاً اس کا حصہ نہیں، لیکن اگر وہ ان کے حکم سے دکان کے کام کی وجہ سے خود کمانہ سکتا ہو، تو ایسی صورت میں ان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس بھائی کو اس کی محنت کے عوض اجرتِ مثل یا کاروبار کا کچھ حصہ دے دیں۔ حاصل یہ کہ صرف عرف کی وجہ سے کسی کی مستقل ذاتی کمائی میں دوسرے کو حصہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ واضح رہے کہ اس طرح کے مشترکہ خاندانی نظام میں شرعاً متعدد خرابیاں ہیں، جن کا ذکر آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٦)۔۔۔ مذکورہ صورت میں اگر زمین کاروبار شروع کرنے والے بیٹے کی ذاتی ہو تو اس صورت میں کاروبار سب کچھ اسی کا شمار ہوگا اور دوسرے بیٹوں کا یا والد کا اس میں کوئی حصہ نہیں، لیکن اگر زمین والد کی مملوکہ ہے اور والد نے اس کی اجازت بھی دی ہے تو اس صورت میں زمین کے مالک تو والد ہیں البتہ کاروبار اس بیٹے کا ہے۔

اگر زمین والد کی ہے اور بیٹے نے والد کی اجازت کے بغیر وہاں پر کاروبار شروع کیا ہے تو اس صورت میں مذکورہ بیٹا والد کو اس زمین کی اجرتِ مثل (یعنی اس جیسے زمین کا جو کرایہ بنتا ہے) دے گا اور اس صورت میں کاروبار اور اس سے حاصل ہونے والا نفع اس بیٹے کا ہوگا۔

اور جہاں تک گڈول کی بات ہے تو اگر اس کی رجسٹریشن نہیں کرائی گئی ہو تو اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور اگر اس کی رجسٹریشن کرائی گئی ہے تو پھر یہ والد صاحب کا قانونی حق ہے وہ جس کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں، اور مذکورہ بیٹے کے لئے والد کی اجازت کے بغیر اس نام کو استعمال کرنا جائز نہیں، البتہ گڈول کی وجہ سے والد یا دیگر بھائیوں کا اس کاروبار میں کوئی حق نہیں بنتا۔

العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية (2/ 17)

(سئل) في رجل ساكن في بيت أبيه في جملة عياله وصنعتهما متحدة يعينه بتعاطي أموره ولا يعرف للابن مال سابق فاجتمع مال بكسبه ويريد أن يختص به بدون وجه شرعي فهل جميع ما حصله بكسبه ملك لأبيه ولا شيء له فيه؟ (الجواب) : نعم جميع ما حصله بكسبه ملك لأبيه لا شيء له فيه حيث كان من جملة عياله والمعين له في أموره وأحواله وصنعتهما متحدة ولا يعرف للابن مال سابق؛ لأن الابن إذا كان في عيال الأب يكون معينا له فيما يصنع كما

Scanned by CamScanner

صرح بذلك في الخلاصة والبزازية ومجمع الفتاوى وأفتى بذلك الخير الرملي إذا تنازع الرجل مع بنيه الخمسة وهم في دار أبيهم كلهم في عياله فقال البنون المتاع متاعنا والأب يدعيه لنفسه فإن المتاع يكون للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير إلخ من القول لمن في كتاب الدعوى.

(أقول) وفي الفتاوى الخيرية سئل في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالا ومات هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته أجاب هي للابن تقسم بين ورثته على فرائض الله تعالى حيث كان له كسب مستقل بنفسه.

وأما قول علمائنا أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء ثم اجتمع لهما مال يكون كله للأب إذا كان الابن في عياله فهو مشروط كما يعلم من عباراتهم بشروط منها اتحاد الصنعة وعدم مال سابق لهما وكون الابن في عيال أبيه فإذا عدم واحد منها لا يكون كسب الابن للأب وانظر إلى ما عللوا به المسألة من قولهم؛ لأن الابن إذا كان في عيال الأب يكون معينا له فيما يضع فمدار الحكم على ثبوت كونه معينا له فيه فاعلم ذلك اهـ.

وأجاب الخير الرملي عن سؤال آخر بقوله حيث كان من جملة عياله والمعينين له في أموره وأحواله فجميع ما حصله بكده وتعبه فهو ملك خاص لأبيه لا شيء له فيه حيث لم يكن له مال ولو اجتمع له بالكسب جملة أموال؛ لأنه في ذلك لأبيه معين حتى لو غرس شجرة في هذه الحالة فهي لأبيه نص عليه علماؤنا رحمهم الله تعالى فلا يجري فيه إرث عنه لكونه ليس من متروكاته اهـ.

وأجاب أيضا عن سؤال آخر بقوله إن ثبت كون ابنه وأخويه عائلة عليه وأمرهم في جميع ما يفعلونه إليه وهم معينون له فالمال كله له والقول قوله فيما لديه بيمينه وليتق الله فالجزاء أمامه وبين يديه وإن لم يكونوا بهذا الوصف بل كان كل مستقلا بنفسه واشتركوا في الأعمال فهو بين الأربعة سوية بلا إشكال وإن كان ابنه فقط هو المعين والإخوة الثلاثة بأنفسهم مستقلين فهو بينهم أثلاثا بيقين والحكم دائر مع علته بإجماع أهل الدين الحاملين لحكمته.

**عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية–لإمام محمد عبد الحي اللكنوي (6/ 301)**

(2) قوله: نصفين؛ لكونه الظاهر حين تحصيلهما معا، وعلى هذا ذكر في ((الفتاوي الخيرية)) أنه لو اجتمع زوج وامرأته وابنه في دار واحدة، وأخذ كل منهما يكتسب على حدة، ويجمعان كسبهما، ولا يعلم التساوي ولا التفاوت ولا التمييز، فيجعل المال بينهما على السوية، وكذلك لو اجتمع أخوة يعملون

دار الإفتاء

Scanned by CamScanner

في تركة أبيهم، ونماء المال فهو بينهم على السوية، وإن اختلفوا في العمل والرأي وهذا كله في غير الأب وابنه، فقد ذكر في ((القنية))(ق130/أ): الأب والابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله؛ لكونه معينا له.

(رد المحتار) (4/ 325)

مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت فهو بينهما بالسوية

[تنبيه] يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز.

فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي اهـ وقدمنا أن هذا ليس شركة مفاوضة ما لم يصرحا بلفظها أو بمقتضياتها مع استيفاء شروطها، ثم هذا في غير الابن مع أبيه؛ لما في القنية الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب ثم ذكر خلافا في المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملهما أموال كثيرة، فقيل هي للزوج وتكون المرأة معينة له، إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها، وقيل بينهما نصفان.

وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير، فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته: إن هذا استفدناه بعد موته فالقول لهم، وإن أقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب.

درر الحكام شرح مجلة الأحكام - (3 / 444)

- المادة ( 1398 ) - ( إذا عمل أحد في صنعته مع ابنه الذي في عياله فكافة الكسب لذلك الشخص ويعد ولده معينا , كما أنه إذا غرس أحد شجرا فأعانه ولده الذي في عياله فيكون الشجر لذلك الشخص ولا يشاركه ولده فيه إذا عمل أحد في صنعة هو وابنه الذي في عياله واكتسبا أموالا ولم يكن معلوما أن للابن مالا سابقا فكافة الكسب لذلك الشخص ولا يكون لولده حصة في الكسب بل يعد ولده معينا وليس له طلب أجر المثل حتى أنه لو تنازع الأب في المتاع الموجود في بيته مع أولاده الخمسة الذين يقيمون معه في ذلك البيت وادعى كل منهم أن المتاع له فالمتاع للأب ولا يكون للأولاد

Scanned by CamScanner

غير الثياب التي هم لابسوها ( التنقيح ) ما لم يثبتوا عكس ذلك ويوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار الولد معينا لأبيه : **1 – اتحاد الصنعة** , فإذا كان الأب مزارعا والابن صانع أحذية فكسب الأب من المزارعة والابن من صنعة الحذاء , فكسب كل منهما لنفسه وليس للأب المداخلة في كسب ابنه لكونه في عياله . وقول المجلة ( مع ابنه ) إشارة لهذا الشرط . مثلا إن زيدا يسكن مع أبيه عمر و في بيت واحد ويعيش من طعام أبيه وقد كسب مالا آخر فليس لإخوانه بعد وفاة أبيه إدخال ما كسبه زيد في الشركة . كذلك لو كان اثنان يسكنان في دار وكل منهما يكسب على حدة وجمعا كسبهما في محل واحد ولم يعلم مجموعه لمن كما أنه لم يعلم التساوي أو التفاوت فيه فيقسم سوية بينهما ولو كانا مختلفين في العمل والرأي **2 – فقدان الأموال سابقا** . إذا كان للأب أموال سابقة كسبها ولم يكن معلوما للابن أموال بأن ورث من مورثه أموالا معلومة فيعد الابن في عيال الأب **3–أن يكون الابن في عيال أبيه**,أما إذا كان الأب يسكن في دار والابن في دار أخرى وكسب الابن أموالا عظيمة فليس للأب المداخلة في أموال ابنه بداعي أنه ليس للابن مال في حياة أبيه. كذلك لو كان إخوة أربعة في عائلة واحدة وسعوا في تكثير وتنمية الأموال الموروثة عن أبيهم فتقسم الأقسام بينهم بالسوية ولا ينظر إلى اختلاف عملهم أو اختلاف رأيهم وتعبير ( ولده ) ليس احترازيا فالحكم في الزوجة والإخوة على الوجه المذكور أيضا وذلك لو عمل أحد في صنعة مع زوجته الموجودة في عيال واكتسبا أموالا فكافة الكسب للزوج وتعد الزوجة معينة ( الهندية ) أما إذا كان للزوجة كسب على حدة فكافة الكسب لها ولا تعد معينة للزوج , كذلك لو كان في عيال أحد ولد له وإخوان وعملوا في صنعة واكتسبوا أموالا فكافة الكسب لذلك الشخص ويكون هؤلاء معينين له.

**الدر المختار للحصفكي (5/ 325)**

وفي الاشباه: استعان برجل في السوق ليبيع متاعه فطلب منه أجرا فالعبرة لعادتهم، وكذا لو أدخل رجلا في حانوته ليعمل له.

**لما فى بحوث في قضايا فقهية معاصرة – (ج 1 / ص ١١٦)**

ويدو لهذا العبد الضعيف، عفا الله عنه أن حق الاسم التجاري والعلامات التجارية وإن كان في الأصل حقا مجردا غير ثابت في عين قائمة، ولكنه بعد التسجيل الحكومي الذي يتطلب جهدا كبيرا، وبذل أمور جمة، والذي تحصل له بعد ذلك صفة قانونية تمثلها شهادات مكتوبة بيد الحامل، وفي دفاتر

دار الإفتاء

Scanned by CamScanner

الحكومة، أشبه الحق المستقر في العين، والتحق في عرف التجار بالأعيان، فينبغي أن يجوز الاعتياض عنه على وجه البيع-

نوٹ: مشترکہ خاندانی نظام میں بسا اوقات کئی خرابیاں ہوتی ہیں، ذیل میں کچھ خرابیاں ذکر کی جاتی ہیں۔

الف) مشترکہ خاندانی نظام میں عموماً آمد و خرچ، کاروباری معاملات اور گھریلو اخراجات میں عدل وانصاف مشکل ہوتا ہے اور یہ مشترکہ نظام بعض اوقات دوسری تیسری پشت تک چلتا ہے، جس کی وجہ سے بعد میں تقسیم کے وقت بہت پیچیدگیاں پیش آتی ہیں، اور عموماً تقسیم میں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کیے جاتے، حالانکہ انصاف لازم ہے۔

ب) اس طرح مشترکہ نظام میں کبھی کبھار دوسروں کی ذاتی کمائی اُن کی دلی رضامندی کے بغیر استعمال کی جاتی ہے، اور کمانے والے عرف اور رواج کی وجہ سے مجبوراً خاموش رہتے ہیں، یہ خاموشی معتبر نہیں۔

ج) گھر میں بعض افراد کی کمائی کم اور بعض کی زیادہ ہوتی ہے، لیکن بوقتِ تقسیم مکمل آمدنی تمام افراد میں برابری کے ساتھ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگرچہ زیادہ آمدنی والے اس تقسیم پر رضامند نہ ہوں، لیکن عرف اور رواج کی وجہ سے انکار کرنا مشکل ہوتا ہے، یہ جائز نہیں ہے۔

د) مشترک گھرانوں میں کچھ افراد کام کرتے ہیں اور کچھ بے روزگار ہوتے ہیں، لیکن بے روزگار افراد کام کرنے والوں کی آمدنی میں اپنے آپ کو باقاعدہ شریک اور مستحق سمجھتے ہیں، اور تقسیم کے وقت بھی برابر حصے کا مطالبہ کرتے ہیں، کمانے والوں کی طرف سے انکار کی صورت میں بعض اوقات نوبت دعوؤں اور جھگڑوں تک پہنچ جاتی ہے، یہ بھی شرعاً درست نہیں۔

ہ) مشترکہ خاندانی نظام میں بعض اوقات کمانے والے سب اپنی مکمل کمائی یا کمائی کا اکثر حصہ والد یا گھر کے کسی منتظم کے پاس گھریلو ضروریات میں خرچ کرنے کے لیے جمع کرتے ہیں، خود کمانے والا بعض اوقات رسم ورواج اور قبائلی روایات کی بنا پر بیوی، بچوں کے لیے چاہتے ہوئے بھی الگ سے کوئی چیز نہیں خرید سکتا، بلکہ گھر کا منتظم ہی اپنی صوابدید کے مطابق خریداری وغیرہ انجام دیتا ہے، یہ بھی درست نہیں۔

و) مشترک خاندانوں میں بسا اوقات مرنے والوں کا ترکہ بروقت تقسیم نہیں کیا جاتا، اور وقت گذرنے کے ساتھ حقیقی ورثاء کے علاوہ گھر کے دیگر افراد بھی ترکہ میں اپنے آپ کو حصہ دار سمجھنے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے حق داروں کی حق تلفی ہوتی ہے اور بعض اوقات آپس کے تنازعات جنم لیتے ہیں اور یہ سب خلافِ شریعت ہے۔

لہذا مذکورہ خرابیوں کے پیشِ نظر خاندان میں افراد کی تعداد بڑھ جانے کے ساتھ اور شادیاں ہو جانے کے بعد آمدنی اور اخراجات کا الگ الگ حساب رکھنا ضروری ہے اور الگ رہتے ہوئے بے روزگار یا کم آمدنی والوں کے ساتھ تعاون کرنا یا جو غیر شادی شدہ ہیں ان کی شادی کرانے میں مدد کرنا عمدہ اخلاق کی بات ہے، لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے مشترکہ

Scanned by CamScanner

خاندانی نظام کو چھوڑنا مشکل ہو، تو اس میں شروع ہی سے کاروباری معاملات اور گھریلو اخراجات وغیرہ میں ہر ایک کا حصہ اور ذمہ داری متعیّن کرنا ضروری ہے اور آمدنی اور خرچ شدہ رقم کا حساب کتاب محفوظ رکھنا چاہیے، تاکہ بعد میں کسی کے ساتھ ناانصافی یا نزاع کی نوبت نہ آئے، اور میراث کی شرعی تقسیم کا اہتمام کرنا لازم ہے، بالخصوص خواتین کو ان کے شرعی حقِ میراث سے محروم کرنے کا رواج ظلم اور سخت گناہ ہے، اس سے اجتناب کرنا لازم ہے (التبویب: ۱۸۴۹/۵۲ بتصرف)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

| | |
|---|---|
| الجواب صحیح | ثناء اللہ سواتی |
| احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ | ثناء اللہ عفی عنہ |
| مفتی جامعہ دار العلوم کراچی | جامعہ دار العلوم کراچی |
| ۱۴/ربیع الاول/۱۴۳۹ھ | ۱۴/ربیع الاول/۱۴۳۹ھ |
| 3/دسمبر/2017ء | 3/دسمبر/2017ء |

الجواب صحیح

۱۴/۳/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح

۱۵/۳/۳۹ھ

دار الافتاء